

## اودھ کے سرمایہ سے عرب میں ٹھنڈا پانی امام مظلوم کی صدائے العطش پر لبیک

زبدۃ العلماء مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ طاب ثراہ

زمین نجف میں دریائے فرات سے ایک نہر کوسوں کے فاصلے سے کھدوا کر شہر کوفہ کے قریب پہنچائی گئی۔ سقا صبح سے شام تک پکارا کرتے ہیں کہ:

”یا آبائما الہندیہ، مائی الہندیہ“

یعنی بھارت کا ٹھنڈا پانی، بھارت کا ٹھنڈا پانی۔

تاریخ اودھ

دوسرے سخی مورخ نجم الغنی رام پوری نے تاریخ اودھ میں نواب مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے اسی نہر پر توجہ کی ہے۔ اور آصف الدولہ کے مرثیہ وفات کے اس مصرعہ سے جو میر محمد اہمل کا نتیجہ فکر ہے:

بہ مشہد نہرے آورد آن یگانہ

کہ باشد یادگارش در زمانہ

مورخ نجم الغنی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ نہر عراق میں تھی یا ایران میں وہ لفظ مشہد کے معنی شہر طوس و خراسان سمجھتے تھے، ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ہر مقتول کی قبر شریف اور مزار کو عربی قواعد کے لحاظ سے نجف مراد لیا ہے پرانے زمانے کے مشہور شاعر میاں فصیح المتوفی حدود ۱۲۳۰ھ ہجری کا یہ شعر، اُسی نہر کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

ہم نے نہ سنا تھا یہ سلف سے کبھی اب تک

برسات تو ہو ہند میں سیل آئے عرب تک

”عراق کی سرزمین پر آب رسانی کا مسئلہ اس قدر اہم خدمت خلق تھی جس کے آغاز و انجام میں عرب کی تاریخ خاموش ہے۔“

اس موضوع پر تاریخ شیعہ کے خوچکا اوراق حصہ دوم میں مختصر بحث کے بعد بسیط تبصرہ کی ضرورت ہے۔ جناب غفران مآب خاندان اجتہاد کے مورث اعلیٰ اپنی طالب علمی کے زمانے میں سالہا سال وہاں رہ کر قحط آب کی کیفیت معلوم کر چکے تھے۔ لکھنؤ پہنچ کر نواب آصف الدولہ کی فیاضیاں دیکھیں، ان کے احساسات بیدار ہوئے۔ اور نواب آصف الدولہ کو توجہ دلا کر پہلے حلقے سے نجف تک پانی پہنچانے کے لئے سات لاکھ روپیہ سے نہر بنوانا شروع کی، اس نہر کا اس زمانے کی تاریخ و ادب میں کہیں، کہیں ذکر ملتا ہے۔

تاریخ کا تحفظ اور خدمات اسلام کی بقا اسی میں ہے کہ باب ماضی فراموش نہ ہو، اس سلسلے میں وہاں کے ایک عالم جلیل سید ابراہیم موسوی کا سید العلماء سید حسین مجتہد لکھنؤ سے نامہ و پیام سب مکتبہ ممتاز العلماء سید تقی مجتہد میں موجود ہے۔ شکوہ ہے تو اس کا کہ عرب و عجم اپنے قلم سے اظہار نہیں کر سکے۔

تاریخ جدولیہ

خادم علی سندیلوی غیر شیعہ مورخ رقم طراز ہے کہ:

ایک بڑا کارثواب نواب آصف الدولہ سے یہ ہوا کہ

## تاریخ جغرافیائے کربلا

عماد الدین اصفہانی نے اس نہر کے بارے میں صرف اشارہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ ۱۲۰۸ھ میں ”سرہندی“ کی بنیاد پڑی، ٹھیک ہے لیکن تکمیل شاہان اودھ کے وقت میں ہوئی اور یہ وہی سال ہے جس میں حرم اقدس امام مظلوم کے دروازوں پر چاندی منڈھی گئی۔ مزید کاغذات جو سامنے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نجف اشرف میں نہر کی تیاری کے بعد کربلا میں پانی پہنچانے کی تحریک اٹھی اور سید العلماء کے خدمات پوشیدہ نہ رہ سکے اول الذکر ”سرہندی“ اور موخر الذکر ”نہر حسینی“ ہے سید العلماء کا نام کارکنان نے باقی رکھا۔

ڈاکٹر عبدالجواد کلید بردار نے تاریخ کربلا و حائر طبع معارف ۱۳۶۸ھ میں غیر ملکی خدمات کا اشارہ بھی نہیں کیا عالم جلیل سید ابراہیم موسوی اپنے خط آخر ماہ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ میں لکھتے ہیں: ”معرض می دارد کہ یک لک و نیم روپیہ کمپانی کہ حسب الغفران فیض جریان ابوالفتح معین الدین سلطان عادل نوشیرواں زماں محمد علی شاہ بادشاہ غازی بجہت تعمیر و تصفیہ و تنقیہ نہر حسینیہ حوالہ فرمودہ بودند بمعرفت ستودہ منقبت عالی جاہ رفیع جاگاہ باید ز بینک دار اسلام بغداد رسیدہ و چونکہ چند قبل از قبل بندگان فرمانروائے محروسہ سندھ میدہند کہ ایشانرا معتمد بایں ولا آمدہ و صدر جدیدے از نہر حسینیہ از سبب حفر نمودہ وہندے ہم آوردہ۔ قطع نظر ایں حکایت درس حالت درکار و دیگر مارادر نظر دست۔ آن درکار از برائے مایاتی و برقرار است و تا بحال بدین منوال احدے بایں کار دست گذشتہ کیے آنست کہ سمعے از ولایت خیمہ گاہ و بسیارے از بستائین و باغاں بے آب است و ہماں طرف محیط رجال زائرین فیض مآب است و بنا بر بے آبی در بریا بے بر مجاورین و زائرین نازنین

باں سرزمین و صاحبان بسائین خوش نمی گذرد و داعی صداقت اقرار بریں است کہ از نہر حسینیہ نہر جدیدے حفر شود کہ در خیمہ گاہ و بسائین آب جاری کردہ سکہ شنا و صیقلہ پیوستہ جاری و منقطع نہ گردید۔

ڈیڑھ لاکھ روپیہ جو یالتور (انگریز) نے بغداد بنک سے سکہ ویسٹ انڈیا کمپنی کو زر عراق میں تبدیل کیا اس کی وصولیابی کی اطلاع دیتے ہوئے سید العلماء کو لکھتے ہیں کہ اگر نہر حسینیہ سے جو مقام سب سے لائی گئی ہے ایک شاخ اور نکالی جائے تو خیمہ گاہ جو صدر مقام ہے زائرین اور آنے جانے والوں کا اور وہاں کے باغ پانی نہ ہونے سے خشک ہیں سرما و گرمی میں پانی دیا جاتا ہے۔ اگر یہ شاخ بادشاہ کو توجہ دلانے سے وجود میں آئی۔ اس تحریک کے بانی فقیہ اعظم شیخ محمد حسن صاحب جواہر الکلام (مشہور کتاب) تھے۔ موصوف نے ۲۷ شوال ۱۲۵۸ھ کو سید العلماء اور سلطان العلماء کو اس نہر کے بارے میں تحریک کا جواب نہ ملنے پر شکوہ کیا اور ظاہر کیا کہ اس نہر کا تیار ہونا آپ دونوں حضرات کے جواب پر موقوف ہے۔

نہر حسینیہ کا طول ۳ فرسخ اور ڈیڑھ لاکھ کی رقم نصف اخراجات میں ختم ہونے کا ذکر بھی صاحب جواہر کے خط میں ہے اور یہ بھی تحریر ہے کہ جب یہ کام انجام پایا بڑی حد تک لَمَّا كَانَ قَدْ شَاءَ وَ ذَاءَ وَمَلَا الْأَسْمَاءَ وَالْبَقَاءَ انْ ذَلِكْ مِنْ جِهَةِ الْخَيْرَاتِ الْمَصَادِرَةِ مِنْ مَسَاعِيكُم۔

قرب و جوار میں شہرت ہو چکی ہے اور قوم کے کان تک بات جا چکی اور یہ آپ کی کوششوں سے جو امور خیر انجام پائے اس کا اثر ہے اب اس کی تکمیل بھی ہم پر اور آپ پر فرض ہے ورنہ کام ناتمام رہنا دونوں کے لئے عار ہے۔

سید العلماء کی سعی سے بار دیگر روپیہ گیا (اس کا پتہ آخر مقالہ ہذا سے معلوم ہوگا) اور فاضل موسوی کے پانچویں خط میں کام تمام ہونے کی اطلاع ہے۔

”ان امر النہر المامور محضر بعد ما وقع بمساعیکم الجمیلہ علی احسن حال ویشغ حد الکمال“ جس نہر کے کھودنے کا حکم ہوا تھا آپ کی کوششوں سے بڑے اچھے پیمانے پر وہ بن کر تیار ہو گئی۔

انقلاب عظیم

نہر کی تیاری پر اسی خط میں یہ دل کو ہلا دینے والی خبر بھی ہے کہ بادشاہ کا لشکر آیا اور اسے بعض گھروں کو برباد کرنا تھا، یہ سرکشی پانی روک دینے اور نہر کو پاٹ دینے میں اپنی فتح تصور کی اور نہر کو اس حد پر خراب کیا کہ اس کا نشان تک باقی نہ رہا۔ دوسرے فارسی خط میں آقا (ابراہیم موسوی کی لفظیں ہیں) کہ تباہ شدہ علاقہ میں پہنچ کر میں نے خود دیکھا کہ نہر باقی نہیں ہے۔ سب دشمن نے پاٹ دی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر خداوند عالم توفیق دیتا ہے تو اب نہر کو اس سے زیادہ چوڑا اور لمبا تیار کرنا ہے جو کسی سے بھی پائی نہیں جاسکتی۔ پہلے تخمینہ میں ۳۰ فرسخ کا منصوبہ تھا اور تیاری (پر) دس فرسخ ہوئے۔ کچھ تعجب نہیں اس میں وہ شاخ بھی شامل ہو جس کا مزید ارادہ میں ذکر ہے۔ اس نہر کا عمق قد آدم قرار پایا ہے، اس سرگذشت کو سامنے رکھنے کے بعد کہنا پڑتا ہے کہ انسان کس قدر بلند ہمت ہے جو اپنی تمام محنت مٹنے پر ارادہ سے باز نہیں آتا۔ جس خط میں تباہی کا ذکر ہے اسی میں یہ بھی ہے کہ غلبہ دشمن پر زمین کے مردہ ہو جانے پر جب آتش فساد گل ہوئی تو آستین چڑھا کر کھدائی کا کام شروع ہوا اور فریضہ کا اعادہ بغیر کسی سستی اور ناتوانی کے ہوا اور بہتر طریقہ پر (نہر) تیار ہوئی۔ اور پانی

موجزن ہے۔ پانی جنگلوں تک پہنچا۔ راہیں پر آب اور باغ اور زراعت سیراب سے نفع کی اب کوئی حد نہ رہی۔ وہ عرب جن کی طبیعت ثانیہ شعر و سخن ہے بھلا اس برکت آفریں محل پر خاموش رہ سکتے تھے۔ قصائد نظم ہوئے اور پیش نظر خطوط میں اس کی ترسیل کا بھی ذکر ہے۔ مگر جو ذخیرہ مثل تبرکات میرے پاس بزرگوں کی یادگار موجود ہے اس میں کوئی منظومہ دستیاب نہیں ہوا۔ اس کے نقول کتب خانہ ممتاز العلماء واقع عقب مسجد تحسین علی خاں چوک لکھنؤ میں موجود ہے۔ کاش وہ قصائد بھی منظر عام پر آئیں جو اس عظیم الشان خدمت دین کی روح رواں ہیں۔

جملہ معترضہ اور کرامت سید العلماء

یہ خطوط میرے ابتدائے شباب میں گھر سے غائب ہوئے اور ایک رئیس کے ہاتھ سرقہ کر کے فروخت ہوئے۔ تقریباً ۳۰ برس کی گمشدگی کے بعد خریدنے والے کے صاحبزادے کو جب علم ہوا کہ میرا علمی سرمایہ ہیں تو کمال محبت سے مجھے واپس کئے۔ اس رجعت کو میں سید العلماء کی کرامت سمجھتا ہوں۔

دونوں نہروں کی عظمت

ان منقولات کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نہر آصفی اور نہر حسینی دو یادگاریں قدیم ہندوستان کی اور یہ پیشکش سلطنت اودھ کی پردہ خفا میں نہیں رہ سکتیں آصف الدولہ کا نذرانہ عقیدت ان کے نام کو یاد دلاتا ہے نہر آصفی کا ذکر باقی رہے گا اور نہر حسینی سید العلماء کے مساعی جلیلہ کا نقش ہے۔ وہ ان کے نام کی یادگار ہے۔ درحقیقت یہ مظلوم کربلا کے طلب آب کا اہل ہند کی طرف سے جواب تھا اور سلطنت اودھ کی یہ پیشکش تاریخ میں محفوظ ہے۔

نہر کا تاریخ اودھ اور سیاحوں کے قلم سے تذکرہ

اس خادم دین کے کربلا کی مقدس زمین پر چار مرتبہ کے سفر میں کوئی ایک بھی بتانے والا نہ ملا جو نہر کی نشان دہی کرتا اور سمجھتا رہا کہ امتداد زمانہ نے نام مٹا دیا لا تعداد نام وہ ہیں جو حکومتوں کی تبدیلی میں بدلتے ہیں اور کبھی صحیح تلفظ نہ ہونے پر بگڑ جاتے ہیں۔ صوبہ بہار میں بانگی پور باقی پور تھا اور ایک جگہ اس قرب وجوار میں کولکو کے نام سے مشہور جو کیواں شکوہ تھا۔ عوام الفاظ نہ سمجھنے یا شاہجہاں آباد کی دہلی کہا گیا۔ سندھ میں واقعہ کربلا کے ایک ترجمان ٹھٹھ میں تھے جن کی تاریخ الفی مشہور ہے اور جرم ایمان میں بے دردی سے شہید کر دیئے گئے۔ اسی مقام کا نام تختہ تھا۔ بلندیوں کی تحت میں ہونے سے کی عربی ہے جو اب ٹھٹھ ہو کر مضحکہ خیز رہ گئی۔ برسہا برس گزرنے پر مسافروں کے راستے بدلے گذر گاہ قدیم نہ رہی تو کیا توقع ہے کہ نہر آصفی اب بھی تلاش کرنے پر ملے اس تعارف کے بعد ذوق جستجو کی تسکین حسب ذیل تاریخی اقتباسات سے ہوئی۔

تاریخ عماد السعادات

غلام علی محمد اکمل خاں اپنی تصنیف تاریخ اودھ میں لکھتے ہیں کہ ”اجراء نہر در نجف کہ بتوسط عمدۃ التجار حاجی محمد طہرانی مشہور بہ حاجی کربلائی کہ بیخ سالہ پیش ازیں در کلکتہ بر حمت حق واصل شد پنج لک روپیہ از مال آصفی بکر بلا رسیدہ بود و ہمگی در آوردن نہر صرف شد و بردایتی و دلک دگر بعد از ان رسیدہ بود۔ گویند کہ در نجف اشرف کی آب بایں درجہ بودہ است کہ یک مشت بہشت می داند حالا خانہ بخانہ آب است، نہر مذکور در آں سرزمین فیض آگیاں آصفی شہرت دارد۔“

(عماد، ص ۱۵۷، طبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۸۶۳ء)

سامرہ کے روضوں کی تعمیر میں سید العلماء نے پیش

کش سلطانی کی رسید میں صراحت کی ہے کہ عنقریب معرفت تجار معتمدین اور نہ بجناب عرش درجات نمودہ می شود۔ رقوم جن معتمدین کی معرفت گئی ان میں حاجی کربلائی تھے جن کی یادگار کلکتہ میں ایک عظیم وقف اور امام باڑہ موجود ہے محرم ۱۲۵۵ھ عشرہ کی مجالس میں مجھے وہاں خواندگی کی نوبت آئی عماد السعادت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

تفضل حسین بریلوی انبالہ سے عبقات عالیات روانہ ہوئے۔ یہ ذکر ۱۳۰۳ھ کا ہے مطبوعہ روزنامہ چمپے میں وہ نہر آصف کا دو جگہ ذکر کرتے ہیں:

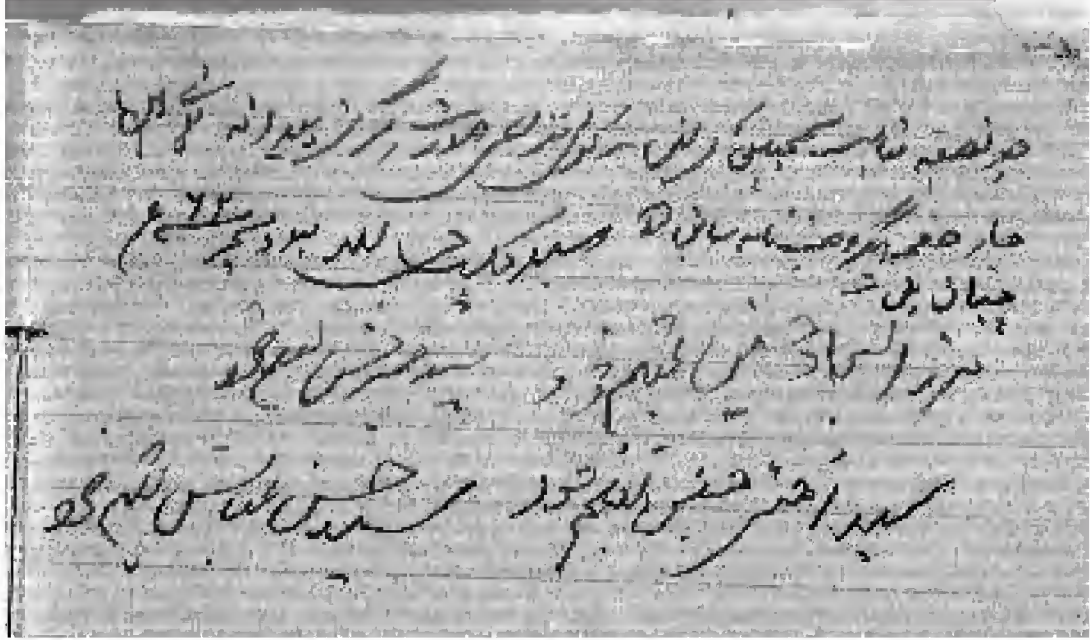
(الف) زیر شہر نہر آصفی جو دریائے فرات سے لائی گئی ہے۔ جاری ہے اور یہ نہر آصف الدولہ نے جو نو ابان لکھنؤ سے تھے جاری کی ہے۔ (ص ۶۴)

(ب) جو لوگ کشتیوں پر کربلا سے نجف آتے ہیں وہ ایام طغیانی کی فرات میں نہر آصفی کی کشتیوں پر جو بیرون در بغداد کربلائے معلیٰ ہے سوار ہو جاتے ہیں اور جو ایسے دنوں میں آتے ہیں کہ نہر آصفی میں پانی کم ہو جاتا ہے وہ ایک مقام سلیمانہ سے جو بربل دریائے فرات ہے اور کربلا سے چار کوس پر واقع ہے کشتیوں پر سوار ہوتے ہیں۔

(ص ۱۰۵، سفرنامہ حالات نجف اشرف)

سبل الحاج سفرنامہ

تیسرا اقتباس اس سلسلہ میں ثبوت قوی ہے نہر آصفی کے پتہ پر حاجی حسن علی لکھنوی جن کی تحفۃ العوام شیعہ دنیا کے ہر گھر میں ہے۔ اپنے سفرنامہ عتبات عالیات میں قبرستان وادی السلام کی زیارتوں کا حال لکھ کر تحریر کرتے ہیں کہ جس وقت سب اعمال سے فارغ ہو تو نیت کربلائے معلیٰ کی کرے (بقیہ۔۔۔ صفحہ ۷۳ پر)



بقیہ۔۔۔ اودھ کے سرمایہ سے عرب میں۔۔۔۔۔  
 کبھی براہ خنکی دودن میں جاتے ہیں۔ ماتر (موٹر) پر جاوے  
 کبھی کشتی پر نہر آصفی سے سوار ہوتے ہیں جس طرف ارادہ ہو  
 اور تین دن کے لئے سالن روٹیاں ہمراہ ہوں۔

مولا آپ کی صدائے اعطش پر قوم کا یہ عملی اقدام  
 فراموش ہونے کی چیز نہیں ہے۔ آپ ہی کے علم میں ہوگا کہ  
 اس پانی سے سیراب ہونے میں کتنے دوستوں نے آپ کی تشنہ لبی  
 یاد کر کے صلی اللہ علیک یا ابا عبد اللہ کہا اور آئندہ کہتے رہیں گے۔  
 ذوق سلیم پکارا اٹھتا ہے کہ پانی بند کرنے والا نہ رہا اور پیاسوں  
 کے نام پر پانی پلانے والے قیامت تک اٹھتے رہیں گے اور  
 شامیوں کے کردار پر دامن ازل سے گریباں ابد تک اظہار  
 نفرت و بیزاری ہوتا رہے گا۔

”بودند دام و دو ہمہ سیراب وی چکید  
 خاتم ز قحط آب سلیمان کر بلا“



بقیہ۔۔۔ استاذ الشعراء مولانا محمد کاظم جاوید۔۔۔

(ایک غزل کے چار شعر)  
 قطرے لہو کے روش دریا تھے پھیل کر  
 سمٹے تو آبلے دل مضطر کے ہو گئے  
 میرے گلے کا زخم کوئی دیکھتا نہیں  
 سب مجھ دید آپ کے خنجر کے ہو گئے  
 اس نے پڑھا جو دستِ حنائی سے فاتحہ  
 رنگین پھول قبر کی چادر کے ہو گئے  
 برق نگاہ ناز کا تھا روز سامنا  
 اچھا ہوا کہ آئینے پتھر کے ہو گئے

